یَسَّرۡ نَاالۡقُرۡ آنَ لِلذِّ کۡرِ فَھَلۡ مِن مُدَّ کِرٍ (سورۂ قمر:۴۰)،لیکن کتاب کا وہ حصہ، جو حقائق و معارف پر مشتمل ہے، تدبر کے بغیر نا قابل فہم ہے۔

نظم وترتیب اور مناسبت وموافقت کی یہ دشواری اہلِ عرب کو پیش نہ آئی۔ انہوں نے قرآن کے لطیف سے لطیف اشارات اور مخفی سے مخفی کنایات بھی سمجھ لینے میں کوئی زحمت محسوس نہ کی، کیوں کہ وہ اہلِ زبان تھے، اپنے گردوپیش سے اچھی طرح باخبر تھے اور حالات ومسائل پر بہ خوبی نظر رکھتے تھے۔ اب اگر ہم ربط ونظم کی باریکیوں کو سمجھنے کی اور کلام کے منطقی تسلسل کے ادراک کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں زبان کی اجنبیت دور کرنی پڑے گی اور ذہنی وفکری ارتقاء کے ذریعہ اس بُعد زمانی پر غالب آنا پڑے گا جو ہمارے اور قرآن کے زمانۂ نزول کے درمیان حائل ہے۔ ۱۸؎

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کے اجزاء اور اس کی ترکیب میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اجزاء کا علم بہت آسان ہوتا ہے، لیکن ترکیب کے علم کے لیے بڑی ریاضت کرنی پڑتی ہے۔ نظم کا علم درحقیقت ترکیب کا علم ہے۔ یہ صرف یہی نہیں بتاتا کہ فلاں آیت سے فلاں آیت کا کیا جوڑ ہے، بلکہ اس کا اصلی مقصد دین واخلاق کے اجزاء کے باہمی ربط کو واضح کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد ایک نہایت اعلیٰ مقصد ہے۔ یہی چیز ہے جس کو حکمت کہتے ہیں۔ حکمت بہرحال ایک مخفی خزانہ ہے، جس کے حاصل کرنے کے لیے بڑی ریاضت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص صرف یہ جاننا چاہے کہ قرآن نے عملی زندگی کے لیے کیا احکام دیے ہیں تو اس کے لیے اسے کسی بڑی کاوش کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص دین کی حکمت معلوم کرنا چاہے تو اسے بہرحال قرآن کے اندر معتکف ہونا پڑے گا۔ ۱۹؎

حواشی ومراجع

۱؎ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۹۵۶، مادہ ن ظ م۔ السید محمد مرتضیٰ، تاج العروس دار لیبیا، ۱۹۹۶ئ، مادہ ن ظ م، علامہ مجدالدین فیروزآبادی، القاموس المحیط، لکھنؤ، مادہ ن ظ م۔

۲۔ الزمخشری ،محمود بن عمر، اساس البلاغۃ ،دار صادر، بیروت، ۱۹۶۵ئ، مادہ ن ظ م۔
۳۔ المعجم الوسیط، کتب خانہ حسینیہ، دیو بند یوپی، مادہ ن۔ظ۔م
۴۔ مناع القطان ، مباحث فی علوم القرآن ، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع الریاض، طبع سوم، ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰ئ، ص ۹۶
۵۔ صبحی صالح ،مباحث فی علوم القرآن ، دار العلم للملا یین بیروت، طبع پنجم، ص ۱۵۲
۶۔ مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، حوالہ بالا، ص ۹۷، البرہان، ص ۳۷، الاتقان، ص ۱۰۸
۷۔ محمد بن علی محمد الشوکانی، فتح القدیر الجامع بین الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، مطبعۃ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۸۳ھ، طبع دوم، جلد اول، ص ۲۷
۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ اردو ترجمہ: مولوی رشید احمد انصاری، مکتبہ برہان، جامع مسجد دہلی، ص ۶۔۷
۹۔ نظم قرآن سے متعلق تینوں نقطہ ہائے نظر کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: قرآن مجید میں نظم و ترتیب (ایک تجزیاتی مطالعہ) ڈاکٹر راشد ایوب اصلاحی، مکتبہ البلاغ نئی دہلی، ۲۰۱۴ء
۱۰۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی دہلی، ج ۱ ص ۰۷، مولانا حمید الدین فراہی، تفسیر نظام القرآن، ترجمہ امین احسن اصلاحی، دائرہ حمیدیہ اعظم گڑھ، ۱۹۹۰ئ، ص ۹۷
۱۱۔ تفہیم القرآن، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ج ۱، ص ۴۲
۱۲۔ مولانا حمید الدین فراہی، تفسیر نظام القرآن، ص ۷۴
۱۳۔ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ص ۱۰۸
۱۴۔ آلوسی، شہاب الدین السید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی، ج ۱ ص ۷۲
۱۵۔ جلال الدین السیوطی، الاتقان، ج ۲، ص ۱۰۹
۱۶۔ بدرالدین زرکشیؒ ، البرہان فی علوم القرآن، دار احیاء الکتب العربیۃ، 1995ئ، طبع اول، ج ۱، ص ۸
۱۷۔ البرہان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۳۹
۱۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: امین احسن اصلاحی، مقدمہ تدبر قرآن، ص ۲۲۔۲۳
۱۹۔ حوالہ سابق، ص ۲۳

☆☆☆

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحدیدِ ازواج کے پابند تھے؟

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے افکار کا جائزہ)

ڈاکٹر حافظ افتخار احمد

برصغیر پاک و ہند کے جن فرزندانِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا، ان کے نام کو سند کا درجہ ملا اور ان کے کام اور خدمتِ اسلام کو قبول عام بھی حاصل ہوا، ان میں ایک نہایت ہی محترم نام جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) کا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پوری زندگی اسلام کی ترجمانی، تبلیغ، تحقیق اور تالیف کے لیے وقف کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو متعدد زبانوں پر قدرت عطا فرمائی تھی جن میں انھوں نے اپنی تحقیقات سپردِ قلم کی ہیں۔ ان میں اردو، فارسی، انگریزی، عربی، فرانسیسی، جرمنی اور اطالوی زبانیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ۱۶ محرم ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء کو کوچہ حبیب علی شاہ صاحب کٹل منڈی حیدر آباد دکن (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی، پھر مدرسہ دارالعلوم (حیدر آباد دکن) میں داخلہ لیا۔ ایک سال جامعہ نظامیہ، حیدر آباد، دکن میں بھی تعلیم حاصل کی اور جامعہ عثمانیہ میں انٹرمیڈیٹ میں داخلہ لیا۔ اسی جامعہ سے بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی اور ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ حصول علم کا شوق اور تحقیق و جستجو کا ذوق ڈاکٹر صاحب کو متعدد ممالک لے گیا۔ انھوں نے پی ایچ ڈی کے لیے جامعہ عثمانیہ میں داخلہ لیا، لیکن جامعہ کی اجازت سے بون یونی ورسٹی جرمنی میں اپنا تحقیقی مقالہ بعنوان 'اسلام کا بین الاقوامی قانون' جمع کرایا، اور ۱۹۵۳ء میں ڈی فل کی ڈگری حاصل کی۔ یورپ سے واپسی پر ڈاکٹر صاحب کچھ عرصے

تک جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد میں لیکچرار رہے۔ اس کے علاوہ جرمنی اور فرانس کی جامعات میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ وہ فرانس کے نیشنل سنٹر آف سائنٹیفک ریسرچ (Center National de La Recherche Scientifique) سے تقریباً بیس سال تک وابستہ رہے۔ اس کے علاوہ یورپ اور ایشیا کی متعدد جامعات میں آپ نے توسیعی خطبات دیے۔

سیرت نبوی اور قانون بین الممالک ڈاکٹر صاحب کی خاص دلچسپی کے موضوعات تھے۔ ان کی ۱۵۷؍کتابیں اور ۱۰۰۰ (ایک ہزار) سے زائد مقالات اب تک طبع ہو چکے ہیں اور کئی کتب و مقالات اب تک غیر مطبوعہ بھی ہیں، جن میں انگریزی اور جرمن زبان میں تراجم قرآن مجید خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی ہر کتاب اہل علم کے لیے ایک انمول تحفہ ہے، لیکن درج ذیل کتب غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں:

۱۔ فرانسیسی زبان میں ترجمہ قرآن مجید۔ ۲۔فرانسیسی زبان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۳۔ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی و الخلافۃ الراشدۃ ۔ ۴۔صحیفۂ ھمام بن منبہ۔ ۵۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی ۔۶ ۔ عہد نبوی میں نظامِ حکم رانی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی پر ڈاکٹر حمید اللہ کا مقالہ

ڈاکٹر صاحب کا ایک عربی مضمون بعنوان: **ھل خالف النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام أو امر الآیۃ: مثنیٰ و ثلاث و رباع؟** ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ترجمان سہ ماہی مجلہ 'الدراسات الاسلامیۃ' اکتوبر۔دسمبر ۱۹۸۹ئ/محرم۔ربیع الاول ۱۴۰۸ھ، جلد ۲۴، شمارہ ۴ میں شائع ہوا ہے۔ ذیل میں اس مضمون کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد سورۃ النساء نازل ہوئی، جس میں حکم دیا گیا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلاَّ تَعُولُواْ (النساء: ۳)

''اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر لو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو، تین تین، چار چار، پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا لونڈی جو اپنا مال ہے۔ اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے''۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ڈاکٹر صاحب نے اس کے ذیل میں لکھا ہے:

''آیت کا ظاہر تو اباحت کے لیے ہے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر تحدید کے معنیٰ میں فرمائی ہے، کیوں کہ یہ ان کا فرض منصبی تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر ان کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہیں تو ان کو طلاق دے دیں۔ مفسرین و مؤرخین جیسے ابن کثیرؒ وغیرہ نے ان صحابۂ کرام کے اسمائے گرامی ذکر کیے ہیں جن کے نکاح میں پانچ سے دس عورتیں تھیں، چنانچہ انہوں نے (حکم الٰہی کی تعمیل میں) چار سے زائد عورتوں کو طلاق دے دی''[۲]۔

یہ 'تحدید' کس کے لیے تھی؟ صرف امت کے لیے؟ یا اس کا اطلاق خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ہوتا تھا؟ اس سلسلے میں ڈاکٹر موصوف فرماتے ہیں کہ یہ تحدید امت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی تھی:

''اس (سورۃ النساء کی آیت ۳) کے نزول کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد نو تھی۔ یہ معلوم نہیں کہ جس بات کا حکم (چار سے زائد عورتوں کو طلاق) آپ نے مسلمانوں کو دیا خود بھی اپنی ازواج کے بارے میں اس پر عمل کیا یا نہیں؟ ممکن ہے کہ یہ آپ کا اختصاص ہو اور اس (اختصاص) میں کوئی مانع بھی نہیں ہے، کیوں کہ قرآن پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ازواج کی حلّت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: 'خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ' (الاحزاب: ۵۰) یا ممکن ہے کوئی اور چیز ہو؟ اور مسئلے کی اہمیت تو ظاہر ہے''۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب اپنی کوشش کا ذکر کرتے ہیں کہ: ”میں نے اس مسئلے میں بہت تحقیق کی ہے اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی، لیکن مجھے اب تک اس بارے میں صراحت سے کچھ نہیں ملا۔ لیکن اس موضوع پر کافی اشارے اور مواد ملا ہے، جس سے بغیر کسی تذبذب کے مسائل کا استنباط ممکن ہے“ ۳؎

آگے ڈاکٹر صاحب اپنے استنباطات کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

”اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ’آیتِ تحدیدِ زوجات‘ کے نزول کے فوراً بعد یکے بعد دیگرے اپنی تمام ازواج مطہرات کو یہ بات پہنچا دی کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو چار سے زائد بیویوں کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا ان (خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنی نو (۹) میں پانچ بیویوں کو طلاق دے دیں۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خود کسی کو طلاق نہیں دینا چاہتے تھے، کیوں کہ ایسا کرنے سے جس کو طلاق دی جاتی اس کے لیے ایک عیب ہوتا۔ اس لیے آپؐ نے ازواج مطہرات سے مطالبہ کیا کہ وہ خود اپنے میں سے ایسی چار کو متعین کر دیں جو آپ کے عقد میں رہیں اور باقی پانچ آپ سے علیٰحدگی اختیار کر لیں۔ ان علیٰحدگی اختیار کرنے والی ازواج مطہرات کی تادمِ حیات معاشی کفالت آپؐ کرتے رہیں گے“۔ ۴؎

معاشی کفالت کی وجہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے یہ بیان کی ہے:

”ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ آپ کی بیویاں ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ ازواج مطہرات ہونے کی وجہ سے مؤمنین کی مائیں ہیں۔ تیسری کہ ازواج مطہرات ہونے کے ناطے کسی مسلمان کا ان سے کبھی بھی نکاح نہیں ہوسکتا“۔ ۵؎

آگے ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے:

”یہ بات بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کوئی ایک بھی آپؐ سے علیٰحدگی اختیار کرنے اور ام المؤمنین کے رتبے سے تنازل پر راضی نہ ہوئیں۔ اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا؟ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسئلے کو حل نہ کر سکے (یعنی کسی چار ازواج

کا انتخاب) تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ یہ تمام ازواج مطہرات آپ کے عقد میں رہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آپ صرف چار کے ساتھ ازدواجی تعلقات رکھیں۔ چنانچہ سب ازواج مطہرات نے آپؐ کے اس فیصلے کو قبول کرلیا اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر خوش ہوئیں۔ لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان میں سے چار کو اختیار فرمایا''۔۶؎

آگے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

''جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محسوس فرمایا کہ ازواج مطہرات نے زوجیتِ رسول سے تنازل کو ناپسند کیا ہے تو یہ بات آپ پر گراں گزری۔ لہٰذا آپ نے اجتہاد فرمایا اور 'اہون الامرین' کو اختیار فرمایا۔ آپ نے اختیار تو چار ہی کو کیا، لیکن وہ اس طرح کہ ایک مہینہ چار بیویوں کے ساتھ گزارا اور دوسرا مہینہ دوسری چار بیویوں کے ساتھ۔ اس کا اشارہ، بلکہ صراحت قرآن کی اس آیت میں موجود ہے: وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکَ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُھُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَھُنَّ کُلُّھُنَّ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا (الاحزاب:۵۱)۔ ''تم ان میں سے جن کو چاہو دور رکھو، اور ان میں سے جن کو چاہو اپنے پاس رکھو۔ اور اگر تم ان میں سے کسی کے طالب بنو جن کو تم نے دور کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ اس بات کے قرین ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم گین نہ ہوں اور وہ اس پر قناعت کریں جو تم ان سب کو دو۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ علم رکھنے والا اور بردبار ہے''۔ (ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی)

لیکن مشیتِ الٰہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مذکورہ بالا اجتہاد کے موافق نہ ہوئی تو یہ آیت نازل فرمائی: لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِھِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُھُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا۔ (الاحزاب:۵۲) ''ان کے علاوہ جو عورتیں ہیں وہ تمہارے لیے جائز نہیں ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کی جگہ دوسری بیویاں کرلو، اگرچہ ان کا حسن تمہارے لیے دل پسند ہو۔ بجز ان کے جو

تمھاری مملوکہ ہوں اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے‘‘۔(ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی)

لہٰذا اس حکم کے نزول کے بعد آپؐ نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے چار کو بطور بیویوں کے، جس میں ان کے حقوق زوجیت، اخلاقی اور مادی شامل تھے، اختیار فرمایا اور وہ چار تو آپ کی بیویاں تھیں۔ باقی پانچ آپ کے حبالۂ زواج میں رہیں، لیکن انھیں تمام ازدواجی حقوق حاصل نہیں تھے، بلکہ وہ صرف اعزازی بیویاں تھیں۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ النساء کی تیسری آیت ’مثنیٰ و ثلاث ورباع‘ میں مذکور تحدیدِ زوجات کی مخالف نہیں کی‘‘۷؎۔

یہ ہے ڈاکٹر صاحب کے نقطۂ نظر کا خلاصہ۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں محمد بن حبیب البغدادی کی کتاب المحبر (ص:۹۲) سے ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ نیز صحیح بخاری کی کتاب التفسیر سے آیت تخییر (الاحزاب:۳۰) کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایات ذکر کی ہیں کہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیتِ تخییر کے نزول کے بعد سب سے پہلے اختیار دیا تو ان کا جواب یہ تھا: **فانی أرید اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ۔** (میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں)۔ساتھ ہی انھوں نے تفسیر طبری سے بھی ایک اقتباس نقل کیا ہے، جس میں واقعۂ ایلاء کا ذکر ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود ڈاکٹر صاحب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض خصوصیات کا ذکر کیا ہے، لیکن انھیں صرف فرائض تک محدود کر دیا ہے اور حقوقِ مادیہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ انھوں نے مثال یہ دی ہے کہ عام اہل ایمان پر پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں، لیکن نبی علیہ السلام پر تہجد کو بھی فرض کیا۔

ڈاکٹر صاحب کا خیال یہ ہے کہ ممکن ہے، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۱ کا نزول سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ (مثنیٰ و ثلاث ورباع) سے پہلے ہوا ہو۔ اور ایسا اس لیے ہوا تاکہ رسول کی ذات گرامی مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ثابت ہو۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے چار بیویوں پر اکتفا کرنے کا مطالبہ کرنے سے پہلے خود بھی چار بیویوں پر اکتفا کیا۔۸؎

تحدیدِ ازواج کا حکم صرف امت کے لیے ہے

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳ (مثنیٰ و ثلاث و رباع) میں تحدیدِ ازواج کا حکم صرف امت کے لیے ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس بات پر شیعہ کے ایک گروہ کے سوا پوری امت کا اجماع ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"'مثنیٰ و ثلاث و رباع' یعنی ان عورتوں کے سوا جن سے چاہو نکاح کرلو، دو یا تین یا چار، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (فاطر:۱) اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بعض فرشتوں کے دو پر ہوتے ہیں، بعض کے تین اور بعض کے چار۔ اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ فرشتوں کے چار سے زیادہ پر نہیں ہوسکتے۔ لیکن اس آیت کی رو سے مردوں کے لیے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور جمہور علماء کا خیال ہے۔ اس لیے کہ یہاں احسان اور اباحت کا مضمون ہے۔ اس لیے اگر چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز ہوتا تو اس کا تذکرہ ضرور کیا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہ آپؐ کے علاوہ کسی شخص کے لیے چار سے زائد عورتوں سے نکاح جائز نہیں تھا۔ یہ بات امام شافعیؒ نے کہی ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، سوائے شیعہ کے ایک گروہ کے، جو کہتے ہیں کہ چار سے زائد نو عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ عورتوں سے نکاح کیا، تیرہ عورتوں سے صحبت کی، آپؐ کے پاس گیارہ عورتیں رہیں اور آپؐ کی وفات کے وقت نو عورتیں زندہ تھیں۔ علماء کے نزدیک یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے"۔ ۹؎

تحدیدِ ازواج کا حکم صرف امت کے لیے ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب سورۂ نساء کی آیت نازل ہوئی، اس وقت غیلان بن سلمہ الثقفی کی دس، عمیرہ الاسدی کی آٹھ اور نوفل بن معاویہ الدیلمی کی پانچ بیویاں تھیں۔ آپؐ نے، باوجود یہ کہ وہ سب کی سب اپنے

خاوندوں کے ساتھ حلقہ بہ گوش اسلام بھی ہو گئی تھیں، ان کو حکم دیا کہ وہ ان میں سے صرف چار کو اختیار کرلیں اور باقی کو طلاق دیدیں ۱۰؎۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

''وجہِ استدلال یہ ہے کہ اگر چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں باقی رکھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کے اسلام لانے کے بعد ان کو نکاح میں باقی رکھنے کی اجازت مرحمت فرماتے، لیکن جب آپ نے صرف چار عورتوں کو نکاح میں باقی رکھنے اور بقیہ کو چھوڑ دینے کا حکم دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں باقی رکھنا کسی حال میں جائز نہیں ہے''۔۱۱؎

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

جس طرح چار سے زائد بیویوں کی اجازت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے، اسی طرح کی ایک خصوصیت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے: وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (آیت ۵۱)۔ اس آیت کی رُو سے اگر کوئی عورت اپنے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبہ کر دے تو وہ آپ کے لیے بغیر مہر، بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے جائز تھی۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے لکھا ہے: ''یعنی اے نبی! آپ کے لیے جائز ہے کہ اگر کوئی مومن عورت اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کر دے تو آپ بغیر مہر کے اس سے نکاح کر سکتے ہیں''۔۱۲؎

آگے ابن کثیرؒ نے 'خالصة لک من دون المؤمنین' کی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ کا قول نقل کیا ہے:

''عکرمہ کہتے ہیں: یعنی اے پیغمبر! آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو ہبہ کر دے۔ وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک جائز نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ مہر نہ دے دے۔ یہی مجاہدؒ اور شعبیؒ وغیرہ نے بھی کہا ہے۔ لیکن آپؐ کے لیے

ایسا ضروری نہیں تھا، بلکہ آپ موہوبہ عورت کو اپنے نکاح میں بغیر مہر، ولی اور گواہوں کے لے سکتے تھے، جیسا کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے واقعہ میں ہوا"۔ ۱۳؎

"**قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم**" کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے ابی بن کعب، مجاہد، حسن، قتادۃ اور ابن جریر کا یہ قول نقل کیا ہے:

"یعنی آپ کی امت کے لیے زیادہ سے زیادہ چار آزاد عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ ان کے لیے ولی، مہر اور گواہوں کی بھی شرط ہے۔ لیکن آپ کے لیے اس معاملے میں رخصت ہے۔ آپ پر ہم نے ان میں سے کوئی چیز واجب نہیں کی ہے"۔ ۱۴؎

ڈاکٹر صاحب نے اگر چہ اس خصوصیت کے امکان کا ذکر سرسری طور پر کیا ہے، لیکن اس کو قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ اگر اس کو ایک بار خصوصیتِ رسول تسلیم کر لیا جائے تو ڈاکٹر صاحب کے استدلال کی پوری عمارت ہی ڈھ جاتی اور تحدید ازواج کے لیے انھیں اتنا زور نہ لگانا پڑتا جتنا زور انھوں نے لگایا ہے۔ اور نہ ازواج مطہرات کے لیے تخییر کو تحدید ازواج کے ساتھ منسلک کرنا پڑتا، کیوں کہ تخییر کا سبب وہ تو ہرگز نہیں ہے جس کا ذکر موصوف نے کیا ہے۔ اور نہ اس کے لیے ازواج مطہرات کے بارے میں اس قسم کی تقسیم کی ضرورت پیش آتی جو ڈاکٹر صاحب نے کی ہے کہ چار تو آپ کی حقیقی بیویاں تھیں اور باقی آپ کی اعزازی بیویاں۔ ازواج مطہرات کے بارے میں یہ موقف اسلامی تاریخ میں موصوف سے قبل کسی اہل علم و دانش نے اختیار نہیں کیا۔ مولانا امین احسن اصلاحی آیت: '**خالصة لک من دون المؤمنین**' کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: "یعنی یہ چار سے زیادہ بیویوں کی اجازت خاص تمہارے لیے ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے لیے اس کی اجازت نہیں ہے"۔ ۱۵؎

سورۂ نساء کے نزول کے وقت صرف چار ازواجِ مطہرات تھیں

مقالہ نگار نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ: "سورۃ النساء کے نزول کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں نو بیویاں تھیں"۔ اس دعویٰ کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ سورۃ النساء کب نازل ہوئی ؟ کن حالات اور کس سن میں نازل ہوئی ؟ اور اس سورت کے نزول کے وقت آپ کے عقد میں کتنی بیویاں تھیں؟

اتنا تو بالکل واضح ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۹۲ ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ سورۂ نساء جب نازل ہوئی اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ وہ کہنا یہ چاہتی ہیں کہ ان کی رخصتی ہوچکی تھی۔ اسے نقل کرنے کے بعد علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ: علماء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہجرت مدینہ کے بعد ہوگئی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ نساء کے مدنی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے''۔۱۶ ؎

سورۂ نساء مدنی دور کے متعین کس سن میں نازل ہوئی اس کی صراحت عموماً مفسرین نے نہیں کی، البتہ مولانا سید ابوالاعلی مودودی (م۱۹۷۹ئ) نے اس سورت کی تفسیر کے آغاز میں اس کے زمانۂ نزول کو چند قرائن وواقعات کی روشنی میں متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''یہ سورۃ متعدد خطبوں پر مشتمل ہے جو غالباً ۳ہجری کے اواخر سے ۴ہجری کے اواخر یا ۵ہجری کے اوائل تک مختلف اوقات میں نازل ہوئے ہیں۔ اگر چہ یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ کس مقام تک کی آیات ایک سلسلۂ تقریر میں نازل ہوئی ہیں اور ان کا ٹھیک زمانۂ نزول کیا ہے؟ لیکن بعض احکام اور واقعات کی طرف بعض اشارے ایسے ہیں جن کے نزول کی تاریخیں ہمیں روایات سے معلوم ہوجاتی ہیں، اس لیے ان کی مدد سے ہم ان مختلف تقریروں کی ایک سرسری سی حد بندی کر سکتے ہیں جن میں یہ احکام اور اشارے واقع ہوئے ہیں، مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ وراثت کی تقسیم اور یتیموں کے حقوق کے متعلق ہدایات جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھیں، جب کہ مسلمانوں کے ستّر (۷۰) آدمی شہید ہو گئے تھے اور مدینے کی چھوٹی سی بستی میں اس حادثے کے بعد یہ سوال ہوگیا تھا کہ شہداء کی میراث کس طرح تقسیم کی جائے ؟ اور جو یتیم بچے انھوں نے چھوڑے ہیں ان کے مفاد کا تحفظ کیسے ہو؟ اس بنا پر ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ ابتدائی چار رکوع اور پانچویں رکوع کی پہلی تین آیتیں اسی زمانے

میں نازل ہوئی ہوں گی ۔ روایات میں صلوٰۃ خوف (عین حالت جنگ میں نماز پڑھنے) کا ذکر ہمیں غزوۂ ذات الرقاع میں ملتا ہے جو ۴ ھ میں ہوا ۔اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کے لگ بھگ زمانے میں وہ خطبہ نازل ہوا ہوگا جس میں اس نماز کی ترکیب بیان کی گئی ہے ۔ مدینہ سے بنی نضیر کا اخراج ربیع الاول ۴ ہجری میں ہوا، اس لیے غالب گمان یہ ہے کہ وہ خطبہ اس سے قریبی زمانے ہی میں نازل ہوا ہوگا جس میں یہودیوں کو آخری تنبیہ کی گئی ہے کہ :''ایمان لے آؤ قبل اس کے ہم چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دیں'' ۔ پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کی اجازت غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر دی گئی جو ۵ ھ میں ہوا۔ اس لیے وہ خطبہ جس میں تیمم کا ذکر ہے اس سے متصل عہد کا سمجھنا چاہیے'' ۔ ۱۷؎

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ النساء کے نزول کا زمانہ ۳ھ کے اواخر سے ۵ ھ کے درمیان ہے۔ اب دیکھا جائے کہ ۵ ھ تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں کتنی ازواج مطہرات تھیں؟

قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے امہات المؤمنین کے تاریخی حالات پر مشتمل ایک جدول دیا ہے۔ اس سے ہم ان کے سنین نکاح کو نقل کرتے ہیں ۔

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح
۱	خدیجہ الکبریٰ رض	سنہ ۲۵ میلاد النبی	۷	زینب بنت جحش رض	سنہ ۵ ھ
۲	سودہ رض	سنہ ۱۰ نبوت	۸	جویریہ رض	شعبان سنہ ۵ ھ
۳	عائشہ صدیقہ رض	نکاح ۱۱ نبوت رخصتی ۷ شوال ۱ ھ	۹	ام حبیبہ رض	سنہ ۶ ھ
۴	حفصہ رض	شعبان سنہ ۳ ھ	۱۰	صفیہ رض	۷ ھ جمادی الاخریٰ
۵	زینب بنت خزیمہ رض	سنہ ۳ ھ	۱۱	میمونہ رض	سنہ ۷ ھ ذی قعدہ
۶	ام سلمہ رض	سنہ ۴ ھ			

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵ ھ تک رسول اکرم ﷺ کے عقد میں صرف چار عورتیں تھیں، کیونکہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینب بن خزیمہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ دوسرے الفاظ میں سورۂ نساء میں نازل شدہ حکم (تحدیدازواج) کے وقت آپ کے عقد میں صرف چار بیویاں تھیں تو پھران کو تخییر یا طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آپؐ نے شعبان ۵ ھ میں حضرت جویریہؓ سے ۶ ھ میں حضرت ام حبیبہؓ سے جمادی الآخر ۷ ھ میں حضرت صفیہؓ سے اور ذی العقدہ ۷ ھ میں حضرت میمونہؓ سے نکاح کیے؟ کیا اس کا مطلب خدانخواستہ یہ ہوا کہ آپ نے تحدیدِ ازواج کا حکم (سورۂ النساء کی آیت ۳) لوگوں کو فی الفور سنا دیا اور باوجود یہ کہ آپ امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں، مگر خود چار سے زائد نکاح کرتے رہے؟

مولانا امین احسن اصلاحی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جس وقت تحدیدِ ازواج کا حکم نازل ہوا، قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں چار ہی بیویاں (حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت ام سلمہؓ تھیں۔ اس وجہ سے نہ حضور اکرم ﷺ کے لیے بیوی کو طلاق دینے کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ اس باب میں منافقین یا معترضین کے لیے کسی نکتہ چینی کی گنجائش ہے''۔۱۸؎

مفتی محمد شفیعؒ کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

''پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہؓ آپ کی زوجہ رہیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا۔ حضرت سودہؓ تو آپ کے گھر تشریف لے آئیں اور حضرت عائشہؓ صغرسنی کی وجہ سے اپنے والد کے گھر میں رہیں۔ پھر چند سال بعد ۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ کی رخصتی عمل میں آئی۔ اس وقت آپ کی عمر چون (۵۴) سال ہو چکی ہے اور دو (۲) بیویاں اس عمر میں آکر جمع ہوئی ہیں۔ یہاں سے تعدد ازواج کا معاملہ شروع ہوا۔ اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا۔ پھر کچھ ماہ بعد زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح ہوا اور وہ صرف

اٹھارہ (۱۸) ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر وفات پاگئیں۔ ایک قول کے مطابق تین ماہ آپ کے نکاح میں زندہ رہیں۔ پھر ۴ھ میں حضرت ام سلمہؓ سے نکاح ہوا۔ پھر ۵ھ میں حضرت زینب بن جحشؓ سے نکاح ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھاون (۵۸) سال ہو چکی تھی اور اتنی بڑی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں۔ حالاں کہ امت کو جس وقت چار بیویوں کی اجازت ملی تھی اس وقت ہی آپ کم از کم چار نکاح کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے بعد ۶ھ میں حضرت جویریہؓ سے اور ۷ھ میں ام حبیبہؓ سے اور حضرت صفیہؓ سے اور پھر اسی سال حضرت میمونہؓ سے نکاح ہوا۔ خلاصہ یہ کہ چوّن سال کی عمر تک آپ نے صرف ایک بیوی کے ساتھ گزارہ کیا۔۔۔ اور چار پانچ سال حضرت سودہؓ کے ساتھ گزارے۔ پھر اٹھاون سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور باقی ازواج مطہرات دو تین سال کے اندر حرمِ نبوت میں آئیں"۔ ۱۹؎

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۵ھ تک، جو سورۃ النساء کے نزول کا زمانہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد نو (۹) نہیں، بلکہ صرف چار تھی۔ جب ان کی تعداد صرف چار تھی تو تحدید ازواج کے حکم کے نزول کے بعد آپ کے لیے تخییر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تحدیدِ ازواج کا تعلق تخییر کے واقعہ سے نہیں ہے

ڈاکٹر صاحب نے تحدید ازواج کا تعلق تخییر ازواج سے ظاہر کیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ تحدید ازواج کا حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے سرے سے ہے ہی نہیں۔

دوسری بات یہ کہ تحدید ازواج کا حکم تخییر ازواج کا سبب ہی نہیں ہے۔

سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۸۔۲۹ (آیات تخییر) کے نزول کا سبب مسند احمد بن حنبل، صحیح بخاری (کتاب الطلاق) اور تفسیر ابن کثیر میں مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں مفصل مذکور ہے۔ ذیل میں ہم اسے مسند احمد بن حنبل سے نقل کر رہے ہیں:

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اذنِ باریابی چاہا۔ اس وقت صحابہ آپؐ کے حجرہ کے دروازے پر جمع تھے۔ انھیں اجازت نہیں ملی۔ حضرت عمرؓ آئے۔ انھوں نے بھی اجازت چاہی، مگر اجازت نہیں ملی۔ کچھ دیر کے بعد دونوں کو اجازت ملی۔ وہ حجرے میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ آپ کی تمام ازواج آپ کے اردگرد ہیں اور آپؐ خاموش ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سوچا کہ کوئی ایسی بات کہیں جسے سن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس دیں۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میری بیوی بنت زید مجھ سے نفقہ مانگے تو میں اس کی گردن دبا دوں گا۔ یہ سن کر نبیؐ ہنس دیے، یہاں تک کہ آپ کے داڑھ نظر آنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: تم دیکھ رہے ہو، یہ عورتیں بھی مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کو اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کو مارنے کے لیے اٹھے۔ انھوں نے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپؐ کے پاس نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں مارنے سے منع کیا۔ آپ کی بیویوں نے کہا: اللہ کی قسم، اب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئندہ وہ چیز نہیں مانگیں گی جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیتِ تخییر نازل کی۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے آغاز کیا۔ ان کے سامنے آیت یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَ زْوَاجِکَ کی تلاوت کی اور فرمایا: سوچ کر جواب دو اور اپنے ماں باپ سے بھی مشورہ کرلو۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: کیا میں آپ کے معاملے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میرا جواب اپنی دوسری بیوی کو نہ بتایئے گا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سخت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا ہے، بلکہ معلّم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ جو عورت بھی مجھ سے دریافت کرے گی، اسے بتا دوں گا کہ تم نے کس کو اختیار کیا ہے''۔ ۲۰ ؎

علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکونِ خاطر میں یہ تنگ طلبی اس قدر خلل انداز ہوئی کہ آپ نے عہد فرمایا کہ ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانے میں آپ گھوڑے سے گر پڑے اور ساق مبارک پر

زخم آیا۔آپ نے بالا خانہ پر تنہا نشینی اختیار کی۔ واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دے دی ہے''۔۲۱؎

ایک روایت حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ میں اللہ اکبر پکار اٹھا۔ پھر عرض کیا کہ مسجد میں تمام صحابہ مغموم بیٹھے ہیں۔ اجازت ہو تو جا کر بتا دوں کہ خبر غلط ہے۔ چوں کہ ایلاء کی مدت یعنی ایک ماہ (وہ مہینہ ۲۹ دن کا تھا) گزر چکا تھا، آپ بالا خانہ سے اتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہوگئی۔ اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی ۲۲؎۔ اس آیت کی رو سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرمائیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں: ایک دنیا، دوسرے آخرت۔ اگر تم دینا کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر عزت کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول کی اور ابدی زندگی کی طلب گار ہو تو اللہ نے نیک لوگوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی طرف سے نفقہ کا مطالبہ ہو یا واقعۂ ایلاء یا کوئی ایک متعین واقعہ، وہ آیتِ تخییر کے نزول کا سبب ہوسکتا ہے، لیکن سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ بہرحال تخییر ازواج کا سبب نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ یہ تخییر کب اور کس سن میں ہوئی تھی؟ ڈاکٹر صاحب کے بیان میں اس کی صراحت ہے کہ تخییر سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳، یعنی تحدید ازواج کے حکم کے بعد واقع ہوئی تھی۔ جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تصریح کی ہے کہ تخییر کا واقعہ سنہ ۹ھ میں پیش آیا تھا۔ ۲۳؎

حضرت عمرؓ کا واقعہ، جس کو امام احمدؒ اور ابن کثیرؒ دونوں نے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ انھوں نے اپنے ساتھی سے سوال کیا کہ کیا غسانی حملہ آور ہو گئے ہیں؟ شاہِ غسان کا حملہ ۹ھ میں ہونے والا تھا۔ اس لیے حافظ ابن حجرؒ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ اوائل ۹ھ کا واقعہ ہے۔ ۲۴؎

بے بنیاد قیاس آرائی

ڈاکٹر صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ تحدیدِ ازواج کے حکم کے وقت آپ کے نکاح میں نو (۹) ازواج تھیں، آپؐ اس مسئلہ کا حل نہ ڈھونڈ سکے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ نے وحی کے ذریعے اسے حل کیا۔

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ (تحدید ازواج) کا کوئی تعلق سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۹۔۳۰۔ آیت تخییر سے نہیں ہے۔ کیوں کہ تحدید کا تعلق صرف امت کے ساتھ ہے۔ پھر جب یہ مسئلہ ہی نہ رہا تو اس کا حل تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ تحدید ازواج کا مسئلہ آپ کو درپیش تھا اور آپ اس کا کوئی حل تلاش نہ کر سکے، بالآخر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کے حل کے سلسلے میں وحی نازل فرمائی تو پھر سوال یہ ہے کہ اس دعا کا ذکر کس جگہ پر ہے؟ اس دعا کے بعد جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی وہ وحی متلو تھی یا غیر متلو؟ قرآن و حدیث میں کہیں اشارۃً وکنایۃً بھی اس وحی کا ذکر ہے؟ کیا کسی مفسر و محدث نے اس وحی کا ذکر کیا ہے؟ راقم کی رائے میں یہ ڈاکٹر صاحب کا ایک ایسا تفرد ہے جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''آپؐ نے وحی کے نزول کے بعد اس مسئلے کا حل تلاش کرلیا تھا اور چار بیویوں کا انتخاب کرلیا تھا''۔ لیکن موصوف آگے فرماتے ہیں کہ ''جب ازواج نے حقوقِ زوجیت سے تنازل نہیں اختیار کیا تو آپؐ پر شاق گزرا اور آپؐ نے اجتہاد کرکے 'أهون الأمرین' کو اختیار کیا اور ایک ماہ میں چار ازواج اور دوسرے ماہ میں دیگر چار ازواجات سے تعلق رکھا''۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر آپؐ نے چار بیویوں کو وحی الٰہی کے بعد اختیار کرلیا تھا تو سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا، پھر آپؐ کو اجتہاد کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ نص صریح کی موجودگی میں اجتہاد کی گنجائش ہی کہاں رہتی ہے؟ اور اگر آپ نے اجتہاد کی بنا

پر 'اھون الأمرین' کا راستہ ڈھونڈا تھا تو بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس بارے میں آپ پر کسی قسم کی وحی کا نزول نہیں ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کا تذکرہ کرکے اس سے ڈاکٹر صاحب نے جس قسم کا نتیجہ نکالا ہے وہ بڑا معنیٰ خیز ہے، کیوں کہ ایک طرف تو موصوف یہ فرماتے ہیں کہ ''چار کا اختیار وحیِ الٰہی کی بنا پر تھا'' اور آگے بیان کرتے ہیں کہ ''وحی الٰہی تو صرف چار کے اختیار کی تھی، لیکن آپؐ نے ہر ماہ کسی چار کو اختیار کیے رکھا۔ یعنی ایک ماہ میں چار بیویاں اور اگلے ماہ میں دوسری چار بیویاں۔ اس طرح تو ان کی تعداد آٹھ ہوگئی۔ یہ ایک ایسا حیلہ ہے جس کی نسبت کسی عقل مند کی طرف کرنا بڑا مشکل ہے، چہ جائیکہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔

سورۂ احزاب کی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات کا بیان ہے

اصل بات یہ ہے کہ سورۂ احزاب کی آیات نمبر ۵۰، ۵۱، ۵۲ کا تخییر ازواج سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات کا ذکر ہے۔ ان میں سات ایسے مسائل بیان کیے گئے ہیں جو صرف آپ کے ساتھ خاص ہیں۔ ذیل میں اجمالاً ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اِنَّا اَحۡلَلۡنَا لَکَ اَزۡوَاجَکَ الّٰتِیۡ اٰتَیۡتَ اُجُوۡرَھُنَّ۔ مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ: ''یہ حکم بظاہر سب مسلمانوں کے لیے عام ہے، مگر اس میں وجہِ خصوصیت یہ ہے کہ نزولِ آیت کے وقت آپ کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں موجود تھیں اور عام مسلمانوں کے لیے چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں تو یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ کے لیے حلال کر دیا گیا''۔۲۵؎

۲۔ وَمَا مَلَکَتۡ یَمِیۡنُکَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ۔ بظاہر اس حکم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی اختصاص نہیں، پوری امت کے لیے یہ حکم ہے۔ لیکن علامہ آلوسیؒ نے اپنی

تفسیر روح المعانی میں کنیزوں سے متعلق آپ کی یہ خصوصیت ذکر کی ہے کہ ’’جس طرح آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی امتی کا نکاح حلال نہیں، اسی طرح جو کنیز آپ کے لیے حلال کی گئی ہے آپ کے بعد وہ کسی کے لیے حلال نہ ہوگی‘‘۔۲۶؎

۳۔ وَبَنٰتُ عَمِّکَ وَبَنٰتُ عَمّٰتِکَ۔اس میں رسول اکرم ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے صرف وہ عورتیں آپ کے لیے حلال ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔سفر اور وقت میں معیت ضروری نہیں، بلکہ نفس ہجرت میں معیت و موافقت مراد ہے‘‘۔۲۷؎

۴۔ وَ امْرَأَةً مُؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ۔۔۔ الخ۔یعنی بغیر مہر، ولی اور گواہ کے اگر آپ نکاح کرنا چاہیں۔۲۸؎

۵۔ مؤمنة: ’’رسول اکرم ﷺ کے لیے عورت کا مؤمنہ ہونا شرط ہے، کتابیات سے آپ کا نکاح نہیں ہوسکتا‘‘۔۲۹؎

۶۔ تُرْجِی مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْدِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَاءُ۔رسول اکرم ﷺ کو سب بیویوں میں برابری کے حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔اس کے باوجود آپ نے سب بیویوں سے عدل کیا اور ان کی باری مقرر کی۔

۷۔ لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ۔ لیکن مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل آپؐ کے لیے عورتیں حلال ہوگئی تھیں‘‘۔۳۰؎

ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں: ’’یہ روایت اس بات کی موجب ہے کہ سورۂ احزاب آیت نمبر ۵۲ منسوخ ہوچکی ہے۔قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جو اس آیت کے نسخ کی موجب ہو۔اس لیے اس کا نسخ سنت کی بنا پر عمل میں آیا ہے۔اس میں سنت کی بنا پر قرآن کی نسخ کی دلیل موجود ہے‘‘۔۳۱؎

ہماری مذکورہ بالا معروضات ڈاکٹر صاحب کے صرف ایک مقالہ سے متعلق ہیں ۔اس کا مقصد ڈاکٹر صاحب کی شان میں کسی قسم کی گستاخی ہرگز نہیں ہے۔انھوں نے